سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا مؤثر لائحہ عمل
مجلہ
محی الدین
فیصل آباد
جلد نمبر 2
جمادی الاوّل
1437ھ 2016ء
شمارہ نمبر 12
الحمد للہ تعالیٰ
مسلسل اشاعت کے دو سال
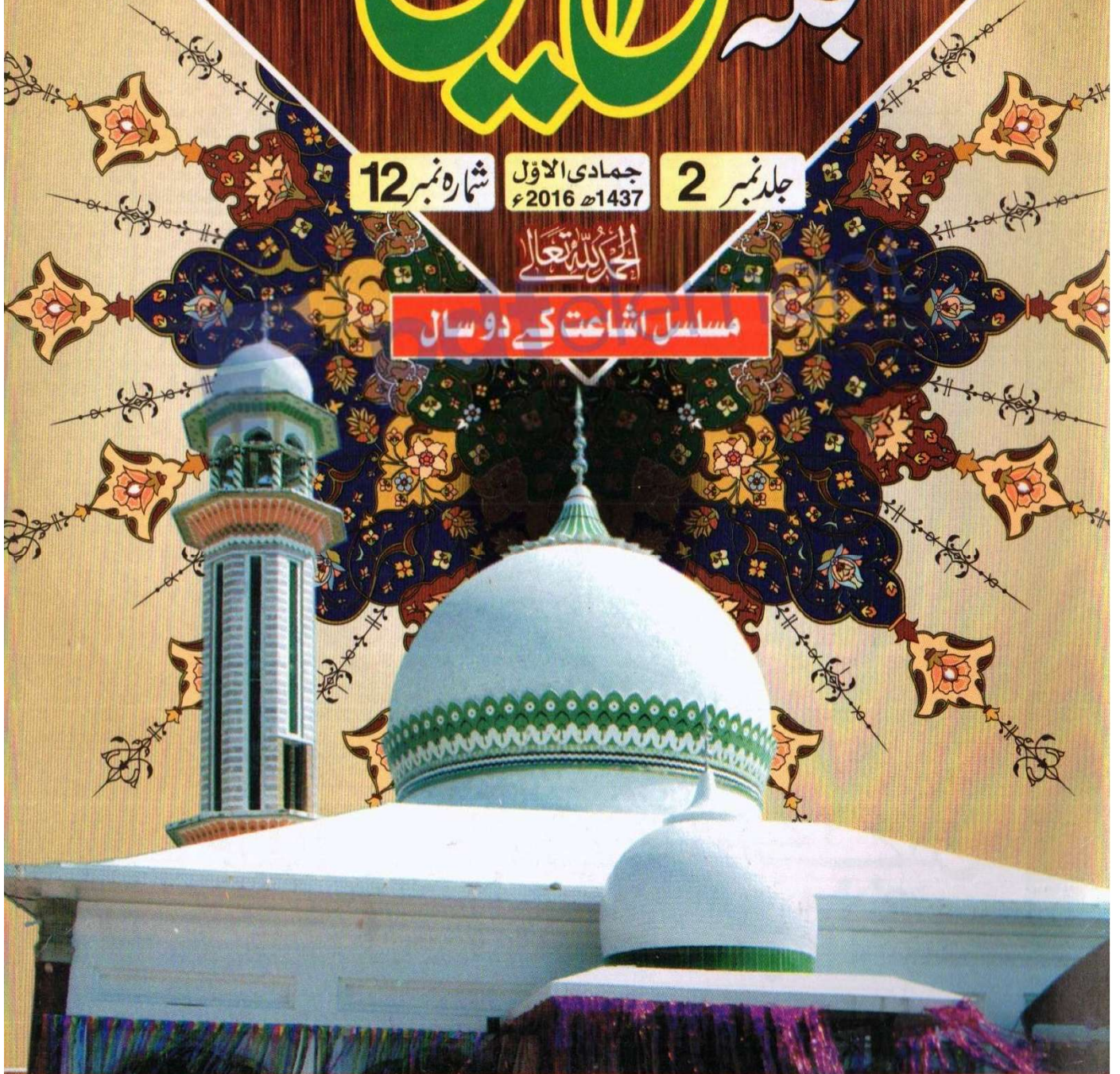
سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا مؤثر لائحہ عمل

نقیب صبح سعادت

مجلہ محی الدین فیصل آباد

جلد نمبر 2 جمادی الاول 1437ھ 2016 شمارہ نمبر 12

فیضانِ صدیقی جاری رہے گا

بفیضانِ نظر سلطان نیروی حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ ظلِ عاطفت

آفتابِ علم و حکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

زیرِ سرپرستی

صاحبزادہ پیر سلطان العارفین صدیقی صاحب

صاحبزادہ پیر نور العارفین صدیقی صاحب

صاحبزادہ پیر زاہد قاسم صدیقی صاحب

اس شمارے میں

کمپوزنگ: محمد عثمان قادری : ٹائٹل ڈیزائن: محمد کلیم رضا

جملہ ممبران

محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

رابطہ آفس

فاروق آرٹس

سیکنڈ فلور وکیلانوالی گلی نمبر 4-5 کچہری بازار فیصل آباد

رابطہ نمبرز

041-2636130

0321-7611417

ناشر

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

جامع مسجد محی الدین

سدھار (ربڑی منڈی) جھنگ روڈ فیصل آباد

اداریہ — مجلہ محی الدین کے دوسال

قارئین ذی وقار!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بے انتہا نظر رحمت ہے اور مرشد کریم حضرت خواجہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی دعا ہے کہ ماہنامہ محی الدین کا چوبیسواں شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں نور قرآن وحدیث اور صاحبان علم وفضل کے تحقیقی، اصلاحی مضامین سے میں نے اور آپ نے خوب استفادہ کیا۔ اور حضور مرشد کریم کے بے مثل قابل رشک نورانی، روحانی، علمی ملفوظات نے تو بہت خواتین وحضرات کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا۔ یہ سب اُن کی نگاہ عنایت ہے۔ کہ مجلہ کے قارئین کو فیضانِ محبت کے جام بھر بھر پلائے جارہے ہیں۔

مجلہ محی الدین کے دو سال — فضل خدا رحمتِ مصطفٰے ہے شاملِ حال
ہر طبقے کی نظر میں ہو جانا مقبول — یہ نور قرآن و حدیث کا ہے کمال
مجلہ کے جتنے بھی ہیں قاری دوستو! — ہو گئے ہیں علم و عمل سے مالا مال
نور علم سے ہی بہار زندگی ہے — طالب رہو کہ بدل جائے اپنا حال
مرشد کی دُعا نگاہِ عطا سے — جاری رہے گا فیضان سا لہا سال
آرزو ہے خدمتِ اسلام کی — اسی میں گزریں زندگی کے ماہ و سال
فیضانِ صدیقی کا حق دار وہی ہے — اسلام پر جو خرچ کرے اپنا مال
اُسی کی رضا کیلئے ہے سب کچھ عدیلؔ — وہی چلا رہا ہے سب قیل و قال

خاکپائے مرشد
عدیل یوسف صدیقی
(خادم جامعہ محی الدین صدیقیہ)

نورِ قرآن وحدیث

ادارہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ:(الیوسف:۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بے شک نفس برائی کا ہی حکم دیتا ہے۔ اور فرمایا۔ میں ملامت کرنے والے نفس کی ضرور قسم کھاتا ہوں (النور۱۹) اور فرمایا۔ اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (الفجر۲۷۔۳۰) اور فرمایا۔ جو اپنے نفس کی سرکشی سے بچالیا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (الحشر۹: التغابن:۱۶) اور فرمایا۔ جس نے اسے صاف کیا وہ فلاح پا گیا اور جس نے اسے میلا کردیا وہ خسارے میں رہا۔ (الشمس۹۔۱۰)

(1505) عن فضالۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ المجاہد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ رواہ البیھقی فی شعب الا یمان (شعب الا یمان للبیھقی حدیث رقم ۱۱۱۲۳) اسناد صحیح

ترجمہ: حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بڑا مجاہد وہ ہے۔ جس نے اللہ کی اطاعت کے لئے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔

(1506) وعن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، العاجز من اتبع نفسہ ھوا ھا وتمنی علی اللہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ (ترمذی حدیث رقم:۲۴۵۹، ابن ماجہ حدیث رقم: ۴۲۶۰) الحدیث حسن

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سمجھدار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو جھکایا اور موت کے بعد کیلئے عمل کیا اور نادان وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہش کی پیروی کی اور اللہ سے اُمید رکھی

قرآن ایک آفاقی کتاب

از:استاذالعلماء خواجہ وحید احمد قادری صاحب

دنیا میں متعدد کتابوں نے اپنے قارئین سے خراج تحسین وصول کیا ہے ان گنت تحریریں انسانی مزاج اور عادات پراثر انداز ہوئی ہیں۔قرآن مجید انسانی زندگی میں جوحیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے۔اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی یہی وہ کتاب ہے جس نے اونٹ چرانے والوں کوانسانوں کا گلہ بان اور جہالت میں ڈوبے ہوئے بدوؤں کو دنیا بھر کے لئے معلم اخلاق بنایا۔اس نے ایک طرف حضرت خالد وطارق اور محمد بن قاسم جیسے سپہ سالار پیدا کئے اور دوسری طرف سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے علماء وفضلاء جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ جیسے درویش بھی پیدا کئے۔

سورج کی روشنی تو زیادہ سے زیادہ ظاہری اندھیروں کوختم کرتی ہے مگر قرآن وہ نور ہے۔جس نے دلوں کی ظلمتیں بھی دور کردیں۔اور انسانوں کے ظاہر ہی نہیں باطن بھی صاف کر دیئے۔دنیا کی دوسری اقوام بھی اپنے صحائف اور متبرک کتابوں کومقدس مانتی ہیں۔مگر قرآن نے انسانی قلوب پراپنی تقدیس وعظمت کا جونقش قائم کیا ہے اسے خنجر وشمشیر سے بھی نہیں کھرچا جا سکتا۔کون سی وہ کتاب ہے جس نے اپنے ماننے والوں کواس حد تک مسخر کیا ہو۔کہ وہ اس کے لکھنے کا معاوضہ بھی قبول کرنے سے احتراز کرتے ہوں۔فقط قرآن وہ کتاب ہے۔جس کے متعلق اس کے ماننے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کی آیات پڑھ کر یا سن کر کوئی معاوضہ لینا ناجائز ہے۔آپ سوچیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔کہ یہ اثر انگیزی اور یہ احترام وتقدس محض قرآن کے الہامی کتاب ہونے کے باعث ہے اور اسی وجہ سے منکرین رسالت آج تک اس کے چیلنج کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

قرآن حکیم معجزہ ہے معجزہ عربی زبان میں عجز سے ہے۔گویا ایسا واقعہ کہ جس کے سمجھنے اور جس کی مثال پیش کرنے سے عقل عاجز آجائے۔معجزہ کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ تک ہر پیغمبر کو معجزات عطا کئے ہیں۔اس کا دستور یہ رہا ہے کہ وہ معجزات عطا کرتے وقت زمانے کے حالات کی برابر رعایت کرتا رہا ہے۔مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بڑا زور تھا۔چنانچہ آپ کو ایک ایسا عصا عطا ہوا۔جس سے انہوں نے بڑے بڑے نامور جادوگروں کو نیچا دکھایا۔اور آخر کار انہیں خدائے واحد کا نام لیوا بنا کر چھوڑا۔حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں طب کا بڑا چرچا تھا۔چنانچہ آپ کو ایسا معجزہ دیا گیا۔کہ تمام معروف طبیب ان کا لوہا مان گئے۔ان کو یہ طاقت دی گئی تھی۔کہ وہ کوڑھیوں کے جسم پر ہاتھ پھیر کر ان کو تندرست کر دیتے تھے۔اسی طرح رسول مقبول ﷺ کے زمانے میں فصاحت وبلاغت منطق وحکمت اور علوم وفنون عروج پر تھے۔اس لئے انہیں دوسرے بے شمار معجزات کے علاوہ ایک معجزہ ایسا بھی دیا گیا۔جس نے مانے ہوئے فصیح وبلیغ شاعروں،ادیبوں،خطیبوں اور شہرہ آفاق عالموں،فاضلوں کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ ہم اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

یہ عظیم ترین اور زندہ جاوید معجزہ قرآن حکیم ہے۔جو قیامت تک کے لئے اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔جب قرآن حکیم نازل ہوا اور کافروں نے اسے اللہ کا کلام ماننے سے انکار کر دیا۔تو اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے کفار کو چیلنج کیا۔کہ اگر ہمت ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی پیش کر دکھاؤ۔قرآن حکیم نے فرمایا۔

''اور اگر تم شک میں ہو اس کلام کے بارے میں جو ہم نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی پیش کر دکھاؤ اور اللہ کے سوائے تمہارے جتنے حمائتی ہیں ان سب کو بھی بلالو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو''۔

اس چیلنج کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔''کہ تم ایسا ہرگز نہ کرسکو گے اور اگر ایسا نہ کرسکو اور یقیناً ایسا نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔مگر ان میں سے بھی کسی ایک کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ آپ ﷺ کے اس چیلنج کو قبول کر لیتا۔قرآن کا یہ اعجاز بھی کوئی کم اعجاز نہ تھا کہ جیسے جیسے یہ اترتا ویسے ویسے سینکڑوں صحابہ اسے حفظ کرتے جاتے۔

اسلام ۔ دین روحانیت

از: ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب

سابق وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی (نیریاں شریف)

انسان اپنے اساسی عناصر ترکیبی کے حوالے سے دو حیثیتوں کا حامل ہے۔ ظاہری حیثیت جسے مادی یا طبعی حیثیت بھی کہتے ہیں اور باطنی یا روحانی حیثیت، اسے ہی مافوق الطبعی کہا جاتا ہے۔ انسانی وجود کی کاملیت یا جامعیت ان ہر دو کے باہمی ربط اور حسین توازن میں ہے۔ ظاہر کی دنیا حواس سے عبارت ہے کہ انہی کے ذریعے انسان کا گرد و پیش کی دنیا سے رابطہ ہوتا ہے۔ جواس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم، عقل کے ذریعے تہذیب و ترتیب کے عمل سے گزرتا ہے۔ عقل ہی ان مختلف الجہات علمی وسعتوں کو یوں پختگی عطا کرتی ہے۔ جس سے انسانی فکر کی وحدت اور اکائی جنم لیتی ہے۔ انسان کے خارج یا ظاہر کے یہی مظاہر ہیں مگر یہ مظاہر زندگی کا ایک رُخ پیش کرتے ہیں۔ انسانی وجود کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے جو وسیع تر بھی ہے اور عزیز تر بھی۔ اس کی پہنایاں لامتناہی اور اس کی جولاں گاہ غیر محدود ہے۔ یہ انسان کا داخل ہے اور یہی اُس کا روحانی پہلو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ داخل مضبوط ہو توانا ہو اور مطمئن ہو تو بے پایاں وسعتوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ حواس سے ترتیب پانے والی یا مادہ سے تشکیل پانے والی دنیا نہ صرف یہ کہ محدود ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر بے توفیق بھی ہوتی ہے یہ انسان کا جہانِ اصغر ہے اس کے برعکس اگر روحانی دنیا آباد ہو جائے اور فعال ہو جائے تو انسان اپنی قوتوں کی کارفرمائی میں جہانگیری اور جہان بانی کی صلاحیت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اُس کی نظر آسماں گیر اور اُس کی منزل ستاروں سے بھی پرے ہو جاتی ہے۔ یہ ضرور یاد رہے کہ بسا اوقات ہر دو اطراف کے بارے میں کوتاہ نظری کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم انسانیت مادی اور روحانی گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ بشری تنگ و تازہ ایک رُخ کی اسیر ہو کر کاملیت کے جوہر سے محروم ہو جاتی ہے۔ جس سے خطرناک مادی تصادم اور خوفناک نظریاتی صدمے جنم لیتے ہیں۔ یہ کوتاہ نظری انسان کو فاسد خیالات اور باطل نظریات کا

اسیر بنا کر آدھا انسان بنا دیتی ہے۔ انسان مکمل تبھی ہوتا ہے جب اُس کا ظاہر شاداب اور اس کا باطن پر بہار ہو۔ جو ہر دو اطراف میں فعال ہو اُس کی نظریں مادیت کے بھنور میں پھنس کر جہانِ روح ۔ کی وسعتوں کے اوراک سے قاصر نہ ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ روحانیت کے نام پر مادی کھیل کا مشتاق نہ بن جائے۔ اس طرح یا تو ظاہر پرستی کو روحانیت کا نام دے کر دھوکہ دے رہا ہو یا خود کو تازہ نظری کے باعث آباد و شاداب دنیا سے منہ جوڑ کر وحشت پسندی کا نخچیر بن جانے میں عافیت محسوس کر رہا ہو۔

انسان کی بد قسمتی یہ ہے کہ وہ نتائج میں عجلت پسندی اور حصول منفعت میں بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے جس سے دوں ہمتی اور پست خیال پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح مقصودِ کائنات، اسیر شش جہات ہو جاتا ہے۔ تسخیر کائنات کا خواب دیکھنے والا خود مسخر ہو کر، شب و روز کے گرداب میں اُلجھ کر دریافت کی نعمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دنیا کی نظریاتی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو انسان، مادہ پرست اور روحانیت پسند کے دو گروہوں میں بٹا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مادی تصور حیات، انسان کی پوری زندگی کو زمینی حوالہ عطا کرتا ہے اور اُس کی تمام تہذیبی رویے اور معاشرتی اقدار اسی تصور حیات کی نسبت سے ترتیب پاتے ہیں۔ جبکہ ماورائی تصور حیات سے تہذیب و معاشرت کی تمام اقدار میں ماورائیت سرایت کر جاتی ہے۔ یہ دو مخالف انتہا ہیں جب تک ان میں موافق ربط پیدا نہیں ہوتا۔ مقصدِ حیات کی تکمیل مکمل نہیں ہے۔

مادی حوالے کبھی جنس کے روپ میں، کبھی مکانیت کی حدود میں اور کبھی زمانیت کی محدودیت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اس طرح انسان، نسلی، گروہی یا جغرافیائی تقسیم کا شکار ہو کر شرفِ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جبکہ روحانی تصور حیات انسان کو ہم جنسوں سے بیزار، ملک وقوم سے متنفر اور آباد و شاداب دنیا دے فرار کی راہ دکھاتا ہے۔ اسلام دینِ کامل ہے کہ یہ انسان کی پوری زندگی کا کفیل اور اس کے تمام مادی و روحانی تقاضوں کا ضامن ہے۔ اس کا دائرہ مادہ سے روح تک وسیع ہے اور اس کے احکام ہر دو کو پابندِ آداب بناتے ہیں۔ اس میں مادیت کے

اندیشوں کا بھی علاج اور ماورائیت کی بے ثباتی اور بے عملی کا بھی حل موجود ہے۔

اسلام میں متبعین کو اس خواہش، تمنا اور دعا کا خوگر بناتا ہے کہ

ربنا اتنافی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (البقرۃ 201)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں حسنات اور آخرت میں بھی حسنات عطا فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اس دعا کے حوالے سے اسلام مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ اُن کی نظریں مادی آسائشوں اور روحانی بالیدگیوں پر رہنی چاہئیں۔ مادہ سے نفرت غیر محمود ہے اور روح سے انکار غیر مقبول، حیات کے ان دونوں پہلوؤں کو مکمل یگانگت کے ساتھ پیش رفت کرنی چاہیے تاکہ نتیجہ، انسان کے ہمہ جہتی ارتقاء اور ہمہ پہلو فلاح کی صورت میں نکلے۔ جسم کا ارتقاء یہ ہے کہ ہر عضو بدن متناسب نشوونما لے۔ اسی طرح انسان کے جسمانی و روحانی پہلوؤں کا ترقی پذیر رہنا کامیابی ہے۔ کسی ایک کا دوسرے کی قیمت پر بڑھنا یا نمو پانا ایک سانحہ ہے کہ اس سے انسانیت کے مجموعی مفاد کی نفی ہوتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب مادہ نظریات کا محور بن جاتا ہے تو جسم ضرور نشوونما پاتا ہے مگر روح گھٹنے لگتی ہے اور آخر شرف آدمیت کی سلیت برقرار نہیں رہتی اور انسان مشین کی طرح بے حس ہو جاتا ہے۔ عصرِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ ہی یہ ہے کہ انسان کا ضمیر لوہے کی جاں سوز گرج کے سامنے سپر انداز ہو گیا ہے اور یہ گوشت پوست کا پتلا فولاد کی چار دیواری میں محصور ہو گیا ہے۔ دوسری جانب اگر نظریں ماورائیت کے دام کی اسیر ہو جائیں تو جسم سکڑنے لگتا ہے اور بدن کے تقاضے پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں۔ انسان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جانا کامرانی کی علامت سمجھتا ہے۔ ایسے انسان قابل رحم ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سہولت سے متمتع ہونے کی توفیق نہیں پاتے۔ اسلام ان ہر دو حیثیتوں کو تسلیم نہیں کرتا اسلئے کہ اسلامی تعلیمات میں انسانی احتیاج کے ہر پہلو کو مناسب مقام دیا گیا ہے۔ یہاں نہ روح سے فرار ہے نہ مادہ سے نفرت، اس بنیادی حقیقت کو جان

لینے کے بعد اسلام کے مزاج کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں تقاضوں میں سبقت اور بدتر حیثیت کسے حاصل ہے؟ یہ یاد رہنا چاہیے کہ ہر معاملے میں اسلام اعتدال کی روش اپناتا ہے۔ مگر اپنے رجحانات میں حفظ مراتب کا نگہدار ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ سب کو اپنا جائز مقام حاصل ہو۔ اسلام کا مطلوب ایک ایسا انسان ہے۔ جو جسمانی طور پر قوی اور روحانی طور پر بااعتماد ہو۔

اسلام کے نزدیک روح مقدم ہے اور جسم موخر یعنی روح جوہر ہے اور جسم عرض، اسلام اپنے مزاج کے مطابق اول کو اولیت عطا کرتا ہے کہ اس میں عظمت ومنزلت کی تربیت فطری ہے، اس فطرت پسندی کا نتیجہ ہے کہ روح وجسم میں تصادم کبھی رونما نہیں ہوتا، جسمکی نشونما ضروری بلکہ فرض ہے مگر روح کی قیمت پر نہیں بلکہ اس کے حوالے سے، اسلام چاہتا ہے کہ جسم کے اعمال ،روح کے تقاضوں کا مظہر بنیں تاکہ مجموعی ارتقاء کی منزل حاصل ہو، جسم کو مددگار کا کردار ادا کرنا ہے قائم مقام کا نہیں اس لئے مادیت کے تمام ضوابط کو روح کے ضابطوں کا تابع اور اِن کی تکمیل کا باعث ہونا چاہیے، لباس انسانی زندگی کا ایک خارجی مظہر ہے، ضروری حصہ ہے اور شخصیت کے تاثر میں نمایاں کردار انجام دیتا ہے لیکن یہ مناسب نہیں کہ لباس مقصود بالذات ہو جائے اور وجود نظر انداز ہو جائے، اسی طرح جسم روح کا لباس ہے، کہا جاتا ہے کہ روح ہی صدر نشیں ہے مادہ تو حاضر باش حاشیہ بردار ہے اس تقدیم وتاخیر یا داخل وخارج کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اپنے رویے کے حوالے سے دین روحانیت ہے یعنی اسلام وہ دین ہے جو روحانی اقدار کا حامل ہےجس کے ہاں روح کو عظمت، سرفرازی اور اولیت حاصل ہے مگر جس میں ان اقدار کا ظہور مادی رابطوں اور تہذیب بدن کے حوالے سے ہوتا ہے۔

اسلام ''تصورالہٰ'' کو زندگی کی اساس قرار دیتا ہے۔ وہ الہٰ جو پوری کائنات کا خالق اور ہر مظہر کا مصور ہے۔ یہ جو کچھ ظاہر ہے اسی قادر وقیوم کی مشیت سے ہے وہ ہر ظاہر میں جلوہ نماز ہے مگر وہ خود حسی مشاہدہ سے نہاں ہے۔ اُسی نے ہر وجود میں روح پھونکی ہے یہ روح اُسی ذاب بے

ہستا کی تخلیق کا اولین حوالہ ہے۔ خلق اُسی خالق کی صفتِ تخلیق کی مظہر ہے۔ مخلوقات کی بوقلمونی عیاں ہے۔ کے مشاہدہ یہ کوتاہ نظری ہوگی کہ مخلوق کو تسلیم کیا جائے اور خالق کے وجود کا اقرار نہ کیا جائے۔ یہ کمزور بصیرت اور غلط سوچ کا نتیجہ ہے۔ اس لئے راہ یاب وہ انسان ہے جو اپنے وجود کا علم اُس خالق پر یقین کے حوالے سے تسلیم کرتا ہے۔ اسلام اسی کا داعی اور اسی نسبت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی لئے دنیاوی مقاصد کے اقرار اور مادی وسائل کی اہمیت وضرورت کو تسلیم کرنے کے باوجود دین روحانیت کہلاتا ہے۔ اس سے مادہ وجسم کا انکار واجب نہیں آتا بلکہ لائق ترجیح وجود اور لازمی شعور کی ترسیخ کا احساس ابھرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام اپنے بنیادی تقاضوں اور اساسی مطلوب کے حوالے سے ایسا دین ہے جس میں روحانیت کو مادیت پر برتری حاصل ہے۔ اگرچہ یہ برتری، کم تر کی نفی یا اُس کے وجود سے انکار کا باعث نہیں ۔ یہ دین روحانیت ہے کہ غایت الغایت اور منتٰہی آسودگی روح ہے۔ دنیاوی آسائشوں کی قیمت پر یا جسمانی حسنات کے انکار پر اس کا اعتماد نہیں بلکہ دنیا سے اپنا حق لینے اور اُس حق کو روح کی تابانی کے لئے استعمال کرنے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روحانی نظام کے درست ادراک کی توفیق بخشے تا کہ افراط وتفریط کا عدم توازن، سیرت وکردار کو یک رخانہ بنادے۔ ایک مکمل وجود ایک متوازن شخصیت جس کی جولاں گاہ مادی نظام کائنات ہو اور جس کا مطلوب روحانی منزلت اور رفعت ہو۔ اسلام کا مقصود اور دین کا ہدف ہے اور اس کے لئے نبی کریم ﷺ کا وجود مبارک اُسوہ حسن ہے۔

ایصالِ ثواب کیجئے (اُمتِ مسلمہ کیلئے) آپ کا اپنا بھی بھلا ہوگا۔
برادرِ طریقت حاجی محمد عادل اشفاق صدیقی کے تایا جان قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ۔
برادرِ طریقت محمد صفدر صدیقی کے خالو جان قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ۔ اللہ رحیم وکریم تمام مرحومین کو اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے صدقے بخشش عطا فرمائے اور شفاعتِ رسول ﷺ کا حقدار فرمائے۔ آمین ۔(ادارہ

اسلام میں خواتین کے حقوق

تحریر: رائے محمد اعجاز کھرل صاحب
پی ایچ ڈی سکالر محی الدین اسلامی یونیورسٹی (نیریاں شریف)

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اس کا مقصد دنیا میں عدل وانصاف کے ابدی اصولوں پر مبنی ایسا نظام قائم کرنا ہے جس میں ہر حق دار کو پورا پورا حق ملے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے تا کہ اولاد آدم اس دنیا میں حیاتِ مستعار کے لمحات امن سکون کے ساتھ بسر کر سکے۔ اسلام کے اس نظام کی بنیاد انسانی مساوات پر مبنی ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل عورت بہت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت و احترام سے محروم تھی۔ اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام کی آمد عورت کے لئے غلامی، ذلت اور ظلم واستحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا۔ عورت کے انسانی وقار کے منافی تھی اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت وتکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

اسلام نے دیگر مذاہب کے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے عورت کو معاشرے میں اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا ہے۔ اسلام نے عورت کو ذلت کی گہرائیوں سے نکال کر بلندیوں تک پہنچا دیا۔ عورت کو پاؤں کی جوتی کی بجائے گھر کی مالکہ اور رفیقہ حیات کا اعزاز بخشا اور اس کا نان نفقہ خاوند کی ذمہ داری قرار دیا۔ اسلام نے عورت کو ماں،، بہن، بیٹی اور بیوی ہر لحاظ سے بلند مقام عطا کیا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے تاریخ میں پہلی بار عورت کو مرد کے مساوی حقوق دینے کا اعلان کیا۔ یہ فقط دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسلام جدید معاشرے کی عورت کو بھی وہی حقوق، عزت ووقار، عزت نفس اور پاکی وطہارت عطا فرماتا ہے جو اس نے زمانہ قدیم کی عورت کو عطا کر کے اسے زمین کی پستیوں سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ قرآن و حدیث میں عورت کی چار حیثیتوں کا بیان ہے:

۱۔ ماں ۲۔ بہن ۳۔ بیٹی ۴۔ بیوی

اسلام نے ماں کی حیثیت سے عورت کا مقام اس قدر بلند کیا ہے کہ معاویہ بن جاہمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں میرے والد حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں اور آپؐ سے مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ تمھاری ماں زندہ ہے، عرض کی کہ زندہ ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ رہو اس لیے کہ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے (نسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تیری والدہ اور چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تیرا والد (بخاری)۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ باپ کے مقابلے میں ماں کی حیثیت و مرتبہ استحقاق خدمت میں تین گنا زیادہ ہے۔ اگر ماں کافر بھی ہو تو اس سے حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ اسلام سے نفرت کرتی ہے اب وہ میرے پاس آئی ہے۔ وہ میرے حسن سلوک کی مستحق ہے یا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں سے حسن سلوک کرو (بخاری)۔ رسول اکرمؐ نے ایک صحابی کو والدہ کے بعد خالہ کے ساتھ ماں کا برابر حسن سلوک کی تاکید فرمائی (مسند احمد)۔ قرآن کریم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی و سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان فرمائے ہیں بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بڑی ہی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ اسلام کی آمد سے پہلے بیٹی کی پیدائش کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے بیٹی کو احترام و عزت کا مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حقدار بھی ٹھہرایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل و بقاء کے لیے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیوی کے رشتے کی اہمیت اور اس سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو، اور اللہ نے اس

میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھی ہو (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۹)۔ رسول اکرمؐ نے بھی بیوی سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو مختلف واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے عملی طور پر بہت سے مواقع پر دل جوئی فرمائی۔ رسول اکرمؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کبھی دوڑ لگا رہے ہیں اور کبھی ان کو حبشیوں کے کھیل (تفریح) سے محضوظ فرما رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ساتھ سفر میں تھیں فرماتی ہیں کہ میں اور آپ ﷺ دوڑے تو میں آگے نکل گئی تو پھر دوبارہ جب میں اور آپ ﷺ دوڑے تو آپ ﷺ آگے نکل گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے تو پہلے آگے نکل گئی تھی۔ یعنی اب ہم برابر ہو گئے (ابوداؤد)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے یعنی ہتھیاروں کی مشق کر رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ اپنی چادر سے مجھ کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی (بخاری) اسلام نے عورت کو جہاں ذلت و رسوائی کے مقام سے اعلیٰ درجے کا مقام عطا کیا۔ وہاں بہت سے حقوق و فرائض سے بھی نوازا ہے۔ یہاں تک کہ وہی لوگ جو کل تک عورت کو بے حیثیت سمجھتے تھے۔ اسلام کی آمد کے بعد عورت کے متعلق بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں ''رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کرتے اور بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہو جائے'' (بخاری)۔ اگر قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خواتین کے انفرادی حقوق، عائلی حقوق، ازدواجی، معاشی حقوق و دیگر حقوق کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ عورتوں کو عزت و تکریم عطا کی ہے۔ عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار ہے وہ اپنے نام جائیداد خرید سکتی ہے اور اپنی ملکیت میں رکھ سکتی ہے۔ اسے اپنے خاندان، خاوند اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ جس طرح مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسی طرح عورت کو خلع کے ذریعے نکاح تحلیل کرنے کا مکمل اختیار دیا گیا ہے۔

اسلام نے انسان ہونے کے ناطے سے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق دیے ہیں۔

جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ نے خواتین کو حقوق دیے ہیں ان کے حقوق کی پاسداری کرنا ہمارا اولین مذہبی فریضہ ہے۔ حقوق نسواں کے حوالے سے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ''خبردار تمہاری عورتوں کے ذمہ تمہارا حق اور تمہارے ذمہ تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں۔ عورتوں کے حق یہ ہیں کہ انہیں اچھا لباس پہناؤ اور اچھا طعام کھلاؤ۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عورتوں کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں ان کو تسلیم کیا جائے کیونکہ تمام ادیان سے بڑھ کر خواتین کے حقوق کا تحفظ اسلام نے کیا ہے اور تمام شعبوں میں عورت کے حقوق و فرائض کا ہمہ جہت تحفظ کرنے کا حکم دیا ہے۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ بدرجہ اتم حقیقت پر مبنی ہے کہ عورتوں کو اپنے حقوق اور تحفظ کے لیے دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ دینی و جدید تعلیم سے مزین ہونا ہوگا جو کہ موجودہ صدی کا اہم تقاضا ہے۔

مبارکباد مبارکباد مبارکباد

پیرِ طریقت حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر محمد سلطان العارفین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
پیر طریقت حضرت صاحبزادہ علامہ محمد نور العارفین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
اور انگلینڈ اور پاکستان سے مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین پر حاضری کا اعزاز پانے والے سعادتِ عمرہ حاصل کرنے والے تمام پیر بھائیوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

مرشد کریم کے منظورِ نظر علامہ حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی صاحب مدیر اعلیٰ کو
مجلّہ محی الدین کے دو سال مکمل ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
محمد عثمان قادری، محمد عادل صدیقی، محمد آصف صدیقی، محمد صفدر صدیقی، محمد بابر صدیقی، محبوب الٰہی صدیقی
عاطف امین صدیقی، رمضان ڈوگر صدیقی، محمد نعیم صدیقی و جملہ برادران طریقت فیصل آباد

ایک سکول سٹاف کی خواتین سے گفتگو

مرشد کریم حضرت خواجہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات ''مفتاح الکنز'' سے انتخاب

اللہ کریم ہمارے ظاہری لباس اور جسم کو نہیں دیکھتا مرد ہو یا عورت وہ سب کے دل دیکھتا ہے۔ دنیا کی مصروفیات کے باوجود جس شخص کا دل اس کی جانب مائل ہے۔ رحمتیں اس کے ساتھ ہیں۔ لفظ'' آمنوا'' میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں ان دونوں میں سے جو اُس کی طرف رجوع کرے گا رحمت کا رُخ اسی کی طرف رہے گا اور وہی اس کا مقبول ہوگا۔ مرد کی نسبت عورت کی مصروفیات زیادہ ہیں ان مصروفیات سے وقت نکال کر اللہ کے ذکر میں وقت گزارنا مقبول عمل ہے ایسی عورت صرف اپنے گھر کے لئے نہیں۔ بلکہ پورے محلے کے لئے باعثِ رحمت ہے کوشش کریں کہ دل کا چراغ روشن ہو۔ اس کے لئے ذکر پر استقامت ضروری ہے۔ ایک دفعہ چراغ روشن ہو جائے تو اس کی روشنی کو روکا نہیں جا سکتا۔ اس کی زد میں آنے والے تمام اندھیرے خود بخود کافور ہو جائیں گے۔ جس طرح روشنی سریع الحرکت ہے رحمتِ خداوندی اس سے بدر جہا سریع الحرکت ہے۔

ذکر فکر اور نمازوں کی پابندی رکھو ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ایسی خاتون کے تقویٰ کا نور پورے علاقے کے لئے راہنمائی کا سبب بن جائے گا۔ تقویٰ بڑی نعمت ہے۔'' اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ '' عنداللہ عزت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے اس میں مرد عورت کی تخصیص نہیں ہے۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک خاتون ہیں۔ جب اذان کا وقت آتا ان کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی پوچھا گیا آپ پر خوف کی یہ کیفیت طاری کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا اذان کے بعد لوگوں کا تصور صرف نماز تک جاتا ہے۔ میرا تصور میدان حشر تک جاتا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ میدان حشر قائم ہے اور آواز دی جا رہی ہے کہ رابعہ! رب کے حضور پیش ہونے کا وقت آ گیا ہے اپنے نامہ اعمال سمیت حاضر ہو جاؤ۔ اس تصور کی بدولت مجھ پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

اللہ کی یاد میں زندگی گزارنے والوں کی سوچ ہی جدا ہوتی ہے کوشش کریں کہ ان ہی لوگوں کے نقش قدم پر زندگی گزرے اور ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

"رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ"

(سورت نمبر 3 آیت 192-193)

ترجمہ: "اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں معاف فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر دے"۔ (دربار نیریاں شریف 1994ء)

مرشد کریم سفیرِ عشق رسول ﷺ

حضرت خواجہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کا فرمان

اپنے پیر کے ساتھ محبت یہ ایک دعویٰ ہے۔ سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ پیر کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کیا جائے۔ ذکر، فکر اور نماز کی پابندی کریں۔ غفلت سے دوری اور بیداری کو اپنا معمول بنائیں۔ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں۔ جب فارغ اور تنہا ہوں اس وقت تصور شیخ کے ساتھ مراقبہ کریں۔ تاکہ اس میں پختگی ہو جائے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمام وسوسے ختم ہو جائیں گے۔ اور قرب میں اضافہ ہوگا۔ اور خوابوں کی دنیا سے نکل کر پیر کے ساتھ ہمکلامی نصیب ہوگی۔

جب اس پر استقامت نصیب ہو تو اس کے بعد اگلا قدم اُٹھانے کا طریقہ بتایا جائے گا۔

1- ایک پارہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت یا کم از کم ایک رکوع بلا ناغہ آپ کا معمول ہونا چاہیے۔

2- یا حی یا قیوم بعد نماز عشاء کم از کم ایک سو مرتبہ پابندی کے ساتھ پڑھیں اس سے مومن کو استقامت کی دولت میسر آتی ہے۔

3- فجر کی نماز کے بعد سورۃ فاتحہ کم از کم اکتالیس بار اور یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم ایک سو مرتبہ بندے کو فکر معاش سے آزاد کر دیتا ہے۔

تمام خلفاء ختم خواجگان اور نماز تہجد کی پابندی کو اپنے اوپر لازم سمجھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

از: طالب ہاشمی صاحب

زینب رضی اللہ عنہا نام تھا۔ رحمت عالم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ حضرت زینبؓ بعثت نبوی سے دس برس پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئی۔ حضور کی عمر اس وقت تیس برس کی تھیں۔

حضرت زینبؓ کی شادی کمسنی میں (بعثت نبوی سے قبل) ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاصؓ (لقیط) بن ربیع سے ہوگئی۔

جب رسول کریم ﷺ منصب رسالت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ فوراً ایمان لے آئیں۔

بعثتِ نبوی کے بعد کفار مکہ نے سرورِ کائنات اور دعوت حق پر لبیک کہنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ رسول کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ تاہم رخصتی نہیں ہوئیں تھی۔ ان دونوں نے اپنے باپ کے کہنے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ ابوالعاص کو بھی کفار نے بہت اکسایا کے وہ حضرت زینب کو طلاق دے دیں۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حضرت زینبؓ سے نہایت اچھا سلوک کرتے رہے۔ رسول کریم نے ابوالعاصؓ کے اس طرز عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔ باوجود اتنی شرافت اور نیک نفسی کے ابوالعاصؓ نے اپنا آبائی مذہب تَرک نہ کیا حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ ان دنوں اپنے سسرال میں تھیں۔

(۲) رمضان المبارک ۲ ہجری میں حق اور باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں ہوا۔ اس میں حق غالب رہا اور قریش مکہ کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ ان میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہیں ایک انصاری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن خبیر نے اسیر کیا۔ اہل مکہ نے جب یہ خبر سنی تو قیدیوں کے قرابت داروں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کے لئے زرِ فدیہ بھیجا۔ حضرت زینت رضی اللہ عنہ نے بھی مکہ سے

اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبری نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو حضور ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا یاد آگئیں اور آپ ﷺ آبدیدہ ہوگئے۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو فوراً مدینہ بھیج دیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے بھی یہ شرط قبول کر لی اور رہا ہو کر مکہ پہنچے۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھیجا۔ کہ وہ بطنِ یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں۔ جب زینب مکہ سے وہاں پہنچیں تو انہیں ساتھ لے کر مدینہ آجائیں۔ حضرت ابو العاصؓ نے وعدہ کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ کر دیا۔ کفار مکہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ سرور کائنات ﷺ کی بیٹی مدینہ جا رہی ہے تو انہوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' میں انہیں جا گھیرا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھیں۔ کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ (یا اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے اپنا نیزہ گھمایا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں) سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ بن ربیع غضبناک ہو گئے۔ ترکش سے اپنے تیر نکالے اور انہیں کمان پر چڑھا کر للکارے کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر دوں گا۔ کفار رک گئے۔ ابو سفیان بھی ان میں شامل تھے۔ انہوں نے بھتیجے اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ کنانہ پوچھا کہو کیو کہنا چاہتے ہو؟ ابو سفیان نے ان کے کان میں کہا۔ ''محمد ﷺ کے ہاتھوں ہمیں جس رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔ اگر تم اس ﷺ

کی بیٹی کو اس طرح کھلم کھلا ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ چلو۔ اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر زینب رضی اللہ عنہا کو لے جانا۔ کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ واپس آگئے۔ چند دن بعد وہ رات کے وقت چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر بطنِ یاجج پہنچے اور انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے سپرد کر کے مکہ واپس چلے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

(۳) حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بڑے شریف النفس اور دیانتدار آدمی تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے۔ وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور مالکوں کے طلب کرنے پر فوراً واپس کر دیتے تھے۔ مکے میں ان کی اس قدر ساکھ تھی۔ کہ لوگ اپنا مال تجارت انہیں دے کر فروخت کے لئے دوسروں ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔ ۶ ہجری میں ابو العاص رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جا رہے تھے۔ کہ عیص کے مقام پر مجاہدین اسلام نے قریش کے قافلہ پر چھاپا مارا اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بھاگ کر مدینہ چلے گئے۔ اور دوسرے مشرکین کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سفارش کی کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ چونکہ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اگر تم ابو العاص رضی اللہ عنہ کا مال واپس کر دو گے تو میں ممنونِ احسان ہوں گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تو ہر وقت خوشنودی رسول ﷺ مطلوب تھی۔ فوراً تمام مال و

اسباب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ پھر اہل مکہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اے اہل قریش اب میرے ذمہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے''۔

تمام اہل مکہ نے یک زبان ہو کر کہا ''بالکل نہیں۔ خدا تمہیں جزائے خیز دے تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو''۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تو سُن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو''۔

یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

یہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

(۴) چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی اس لئے جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ با اسلام ہو کر مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حقِ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔ اور ۸ ہجری میں خالقِ حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ اس کا سبب اسقاطِ حمل کی وہ تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکہ سے آتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر انہیں پہنچی تھی۔

حضرت اُم یمن رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔

صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں بھی زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے غسل میں شریک تھی۔ غسل کا طریقہ حضور ﷺ خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اے اُم عطیہ رضی اللہ عنہا میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا۔

نماز جنازہ رسول مقبول ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ خود بھی قبر میں اُترے۔

جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضور ﷺ بے حد مغموم تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

''زینب رضی اللہ عنہا میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی''۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے پیچھے ایک لڑکا علی رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی اُمامہ رضی اللہ عنہا چھوڑی۔ ایک روایت کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے جنگِ یرموک میں شہادت پائی اور ایک تیسری روایت کے مطابق وہ سنِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابولعاص رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ وفات سے پہلے انہوں نے اپنی لڑکی اُمامہ رضی اللہ عنہا کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی وفات کے بعد حضرت اُمامہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

آفتابِ علم غروب ہوگیا

از: حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب
چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان

4 فروری 2016ء جمعۃ المبارک شب کو آفتابِ علم غروب ہوگیا۔ یہاں آفتاب سے مراد حرارت کا وہ کُروی قُرص یا حرارت ونور کا وہ منبع مراد نہیں ہے جو زمین سے چودہ کروڑ ساٹھ لاکھ میل کے فاصلے پر ہے۔اور جو اس کائنات کو حیات کے لئے حرارت ونور فراہم کر رہا ہے۔ جسے قرآن مجید نے سراجِ منیر بھی کہا ہے۔ بلکہ اس سے اس عہد کے آسمان علم کا آفتاب یعنی تفسیر وحدیث کے امام علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شخصیت مراد ہے۔اردو کا محاورہ ہے اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے۔ لیکن یہ آفتاب علم تو غروب ہوگیا مگر تفسیر تبیان القرآن، تفسیرِ تبیان الفرقان، شرح صحیح مسلم اور نعمۃ الباری یعنی علوم قرآن وحدیث کے فیضان کی صورت میں اپنا نور پیچھے چھوڑ گیا ہے جو ان شاء اللہ العزیز آنے والی صدیوں تک تشنگان علم کو فیضیاب کرتا رہے گا۔

فارسی کا مقولہ ہے۔"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"یعنی ہر پھول کی اپنی اپنی خوشبو ہوتی ہے اسی طرح ہر شخص کا استحقاق ہے کہ وہ علم کی دنیا میں جسے چاہے اپنا آئیڈیل قرار دے۔ کیونکہ ہر شخص کی پسند و ناپسند، ترجیحات اور معیارات اپنے اپنے ہوتے ہیں میری دیانت دارانہ رائے کے مطابق اردو بولنے، لکھنے اور پڑھے جانے والے ہمارے اس خطے میں تفسیر وحدیث کے میدان میں جتنا کام علامہ غلام رسول سعیدی نے تیس سال میں کیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں اتنا تحقیقی، وقیع اور علمی کام کسی اور کا نظر نہیں آتا۔ ہمیں تسلیم ہے کہ ہر دور میں اصحابِ علم اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہوئے گئے ہیں اور ہر صاحب علم کے کام میں ان کی منہج اور مزاج کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی تفرد تفوق اور امتیاز ضرور ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ کسی ایک صاحب کمال کی تحسین وتعریف سے دوسروں کی نفی یا اُن پر تنقید یا اُن کی تنقیص مقصود نہیں ہوتی صرف ایک حقیقت واقعی کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی 1937ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد سید محمد منیر

دہلوی مرحوم کاروباری آدمی تھے۔ان کا دہلی میں مرچنٹ پریس تھا۔ان کے اجداد مغل بادشاہ شاہ جہان کے زمانے میں عرب سے بلوائے گئے تھے۔اور پھر 21 سال کی عمر میں جب آپ دین کی طرف راغب ہوئے اور حب رسول اللہ ﷺ کا نقش آپ کے دل ودماغ پر ثبت ہوا تو آپ نے خود اپنا نام تبدیل کر کے غلام رسول رکھا اور پھر زندگی کا ایک ایک ثانیہ اور ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس اسی غلامی رسول میں بسر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں انہیں خاتمہ بالخیر نصیب فرمایا۔ ان کی والدہ ماجدہ محترمہ شفیق فاطمہ بھی عابدہ وزاہدہ شب بیدار اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ان کے وقت کا اکثر حصہ تلاوتِ قرآن کریم میں بسر ہوتا تھا اور محلے کے بچوں کو قرآن پڑھاتی بھی تھیں۔

معروف محاورے کے مطابق وہ منہ میں اگر سونے کا نہیں تو چاندی کا چمچہ لے کر یقیناً پیدا ہوئے تھے۔ ملازم انہیں پنجابی اسلامیہ سکول، اٹاوا دہلی میں چھوڑنے اور لینے جاتا تھا۔ پھر والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ان کی والدہ ماجدہ نے عدت وفات گزارنے کے بعد عقد ثانی کیا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد یہ خاندان ہجرت کر کے کراچی آگیا۔اور شو مارکیٹ رنچھوڑ لائن کے علاقے میں اس خاندان کا قیام ہوا۔ تنگی حالات کی وجہ سے نویں جماعت سے آگے سکول کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور مشکلات کا شکار ہوئے جہانگیر روڈ صدر کے علاقے میں ریڑھی پر قلفیاں بھی بیچیں اور ایک پریس میں کمپوزر کا کام بھی کیا۔ پھر ایک عالم ربانی علامہ محمد عمر اچھروری رحمۃ اللہ علیہ کی محبت رسول سے معمور تقریر نے ان کی زندگی میں انقلاب برپا کیا اور وہ عالمِ دین کے حصول کی طرف مائل ہوگئے۔ اسی دوران اپنے عہد کے غزالی ورازی علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واسترشاد کا تعلق قائم کیا اور دینی تعلیم کی تکمیل کا مرحلہ اُس عہد کے ممتاز ترین مدرس استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے حاصل کیا۔ بندیال اور وڑچھ میں آپ نے حصول تعلیم کی خاطر مشقت کا دور زارا اور کبھی کبھی وہ خود بیان کرتے تھے کہ میں رات کی بچی ہوئی خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھاتا ہوں۔ یہ چند باتیں میں نے اس لئے لکھی ہیں کہ بقول شاعر

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا، تب نگیں ہوا

اس کے بعد علامہ سعیدی نے1966ء میں تدریس کا آغاز جامعہ نعیمیہ لاہور سے کیا اور حدیث پاک سے لگاؤ کے سبب ابتداہی سے حدیث کے اسباق سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیا۔ اگرچہ ساتھ ساتھ تمام علوم وفنون کی کتابیں از ابتدا تا انتہا پڑھائیں۔ آج آپ کے فیض یافتہ علماء پاکستان کے علاوہ تقریباً دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ اور مختلف شعبوں میں دین کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جہاں جہاں علوم قرآن وحدیث کی رونقیں بپا ہیں۔ وہاں بلا امتیاز مذہب ومسلک علامہ غلام رسول سعیدی سے ان کی تصانیف کے توسط سے ہر صاحب علم ملاقات کرسکتا ہے۔

گزشتہ سال جب وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات جناب پرویز رشید نے استہزء و استخفاف کے طور پر دینی مدارس و جامعات کو مردہ فکر کی آبیاری کرنے والے اور جہالت کی یونیورسٹیاں قرار دیا۔ تو میں نے انہی صفحات پر 18 مئی 2015 کو" آیئے! آپ کی ملاقات ایک جاہل سے کراتے ہیں۔ کے عنوان سے علامہ غلام رسول سعیدی کے بارے میں ایک تعارفی کالم لکھا تھا۔ جس میں آپ کے علمی تحقیقی تصنیفی اور تدریسی کارناموں کو بیان کیا گیا تھا۔ اردو زبان میں علامہ صاحب کی تفسیر بتیان القرآن سب سے مبسوط، مفصل اور مدلل تفسیر ہے۔ آج کی تاریخ تک یہ اردو زبان کی واحد تفسیر ہے۔ کہ جس میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کو بالترتیب درجہ اولیٰ اور ثانیہ میں رکھا گیا ہے اس کے بعد آثارِ صحابہ وتابعین پھر آئمہ مجتہدین کے اجتہادات وآراء کو ترجیح دی گئی ہے۔ جدید تحقیقی، طبی اور سائنسی تحقیقات کے بھی آپ نے دورانِ تفسیر حوالے دیئے ہیں تمام احادیث اصل مآخذ کے حوالہ جات اور رقم الحدیث کے ساتھ درج ہیں اور یہ سارا کام انہوں نے اپنی علمی ریاضت اور مشقت سے کیا ہے۔ انہیں کمپیوٹر تک رسائی نہیں تھی۔ صحیح بخاری احادیث کی ترقیم اور ان احادیث کے دیگر کتب احادیث میں حوالہ جات کے ساتھ جدید صحیح بخاری ابھی بیروت سے چھپ کر نہیں آئی تھی کہ آپ نے اپنے زیر تربیت طلبہ کے ذریعے نہ صرف صحیح بخاری بلکہ بعض دیگر کتب احادیث کی ترقیم خود کرائی۔ آپ کی دیگر تصانیف

میں تذکرۃ المحدثین، مقالات سعیدی، توضیح البیان، مقام ولایت ونبوت، تاریخ نجد وحجاز، ذکر بالجہر اور متعدد وقیع کتب شامل ہیں۔

آپ کی تفاسیر اور شروحِ حدیث میں جا بجا ایسی معرکۃ الآرا علمی وتحقیقی ابحاث شامل ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو مستقل رسائل کی صورت میں ایڈٹ کر کے طبع کرایا جاسکتا ہے۔ اور ہم اُن کے نام سے منسوب ''سعید ملت فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک علمی تحقیقی اور تصنیفی ادارہ قائم کرنے کی تدبیر کررہے ہیں۔ وسائل کی دستیابی کی صورت میں ان شاء اللہ العزیز اس کام کو منظم، مربوط اور خوبصورت انداز میں سامنے لانے کی سعی کی جائے گی۔ علام غلام رسول سعیدی کافی عرصے سے مختلف عوارض (ذیابیطس، بلڈ پریشر، کمر کے درد، گھٹنوں کے درد وغیرہ) میں مبتلا تھے۔ اور یہ سارا علمی کام انہوں نے اس عوارض کا مقابلہ کرتے ہوئے کیا۔ چونکہ وہ تحقیقی مزاج کے تھے۔ اس ہے ہر دوا کا پورا لٹریچر پڑھتے اور سمجھتے۔ اسی طرح اپنی شوگر، کولیسٹرول اور بلڈ پریشر بھی چیک کرتے اور اس کا ریکارڈ رکھتے اور اپنی دواؤں اور انسولین کی مقدار کا تعین کرتے۔ علامہ صاحب کی تصانیف کے توسط سے امریکہ میں مقیم کئی اسپیشلسٹ پاکستانی نژاد ڈاکٹرز آپ سے رابطے میں رہتے اور آپ اُن سے مشورے بھی حاصل کرتے۔ یہ حضرات آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ان کے علاج کے مصارف کے حوالے سے برطانیہ میں مقیم علمائے اہل سنت نے گراں قدر تعاون کیا اور مجھے بار بار حوصلہ دیتے رہتے کہ جو بھی علاج دستیاب ہو آپ اسے اختیار کریں اور مصارف کی کوئی فکر نہ کریں۔ دعا ہے اللہ عزوجل علامہ صاحب کے ان محبین کو اُن سے محبت کی جزائے کامل وتمام عطا فرمائے۔ حضرت کا جنازہ پاکستان کے بڑے تاریخی منظم اور علمی روحانی شکوہ بھرپور جنازوں میں سے ایک تھا۔ مجھے سینکڑوں علماء ومشائخ اور لاکھوں عوام کی موجودگی میں ٹی گراؤنڈ فیڈرل بی ایریا کراچی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی تدفین جامع مسجد اقصیٰ کے احاطے میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بے پایاں مغفرت سے نوازے اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی شفاعت مقبولہ اور قربت نصیب ہو اور رب کریم آپ کے درجات بلند اور آپ کی گراں قدر دینی خدمت کو تا قیامت صدقہ جاریہ فرمائے۔

ٹماٹر کے فائدے

انتخاب: محمد عادل صدیقی صاحب

جو خواتین اپنے آپ کو سلم اور اسمارٹ رکھنا چاہتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ ٹماٹر کھائیں۔ برطانوی ماہرین کی حالیہ تحقیق کے مطابق غذائیت سے بھرپور ٹماٹر نا صرف وزن کم کرنے میں مفید ہیں بلکہ وہ انہیں مختلف کینسرز (پھیپھڑوں، لبلبہ اور بریسٹ کینسر) سے بھی محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ جو مریض بیماری کی وجہ سے چارپائی کے ساتھ چپک کر رہ گئے ہوں ان کے لئے ٹماٹر بہت مفید غذا ہے۔ صحت قائم رکھنے والی غذاؤں میں ایک بہترین غذا ٹماٹر ہے۔ یہ ہمیں نا صرف بیماری کے جراثیموں سے بچاتا ہے بلکہ کمزوری اور سستی کو بھی دور کرتا ہے۔ قوت ہاضمہ کو بڑھاتا ہے پھیپھڑوں کی بیماریوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ جسم میں پیدا شدہ ترشی کو ختم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم میں جراثیم کش اثرات پیدا کرتا ہے۔

ٹماٹر استعمال کرنے سے جسم کو ایک خاص قسم کا رس ملتا ہے جو جسم میں جمع شدہ کف اور اتول کو تحلیل کر کے نکال دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے مثانے کی پتھری بھی تحلیل ہو کر خارج ہو جاتی ہے۔

ٹماٹر میں میگنیشیم اور کیلشیم دیگر سبزیوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ میگنیشیم ہمارے دانتوں اور ہڈیوں کو سخت اور مضبوط بناتا ہے۔ کیلشیم سے ہڈیاں بنتی ہیں۔ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اکیلا میگنیشیم کچھ بھی نہیں کرتا۔

ٹماٹر میں وٹامن سی بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اگر ہمارے جسم میں وٹامن سی کم ہو جائے تو جسم میں سوجن پیدا ہو جائے۔ جوڑ کمزور ہو جائیں۔ جسم کی نشو و نما رک جائے دانت اور مسوڑھے کمزور ہو جائیں۔ ٹماٹر میں وٹامن اے، بی اور سی کے علاوہ وٹامن ڈی بھی پایا جاتا ہے۔ جو ہماری صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بڑھتے بچوں کو زیادہ سے زیادہ ٹماٹر کھلائیں تا کہ ان کی نشو و نما بہتر طور پر جاری ہے۔ ٹماٹر ایک گھنٹہ میں ہضم ہو جاتا ہے۔ بدہضمی میں مبتلا مریضوں کو ٹماٹر کا رس پینا چاہیے۔ جن

مریضوں کو جلدی بیماریاں ہوں۔ انہیں علاج کے ساتھ ساتھ ٹماٹر کا رس استعمال کرنا چاہیے۔

ٹماٹر میں الکلی نمکیات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یہ خون کی تیزابیت کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ٹماٹر میں لوہا بھی پایا جاتا ہے۔ جس کی مقدار دودھ کے مقابلے میں دوگنا، انڈے کی سفیدی کی نسبت پانچ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ سیب، آڑو، انگور، خربوزہ، کھیرا اور ناشپاتی سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ سیب اور کیلے سے زیادہ کیلشیم ٹماٹر میں پائی جاتی ہے۔

ٹماٹر میں پائی جانے والی غذائی صلاحیت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے کچا کھایا جائے۔ کیونکہ پکانے سے اس کے قوت بخش اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں۔ ٹماٹر میں ذائقہ قدرے اچھا نہیں ہوتا۔ اس میں قدرے ہیک ہوتی ہے۔ لیکن کچا کھانے کے فوائد کے سامنے یہ ہیک معمولی چیز ہے۔ جسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

صبح خالی پیٹ ایک ٹماٹر کھانے سے جسم میں طاقت آتی ہے۔ پیٹ صاف ہوتا ہے۔ قبض نہیں ہوتی۔ کچا ٹماٹر کھانے سے طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ ایام رضاعت میں ٹماٹر میں استعمال نہ صرف ماں کے لئے فائدہ مند ہے بلکہ دودھ پینے والے بچے کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ ماں کا دودھ صاف ہوتا ہے تو بچے کی صحت بھی اچھی رہتی ہے۔

قدرت نے سیب کا متبادل ٹماٹر عطا کیا ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو سیب میں ہوتی ہے۔ اگر ہر روز ایک ٹماٹر کچا استعمال کیا جائے تو انسان ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس جانے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ٹماٹر کے قدرتی فائدے اور طبی استعمال ☆ ٹماٹر موٹاپا دور کرنے کی بہترین دوا ہے۔ روزانہ خالی پیٹ ایک یا دو ٹماٹر کچی حالت میں کھائیں اور ناشتہ نہ کریں دو ماہ کی قلیل مدت میں آپ کا وزن خاطر خواہ حد تک کم ہو جائے گا۔ روزانہ ٹماٹر استعمال کر کے آپ کا وزن کم ہونے کے ساتھ آپ کے جسم کو ضروری غذائی اجزاء ملتے رہنے سے صحت بھی متاثر نہ ہوگی۔

درد کا علاج:۔ ٹماٹر کے پودے کو پتوں سمیت ہم وزن تلوں کے تیل میں اتنا گرم کریں کہ صرف تیل باقی رہ جائے۔ اس تیل کو کسی بوتل میں محفوظ کر لیں۔ درد کرنے والے جوڑوں اور

موچ پر اس تیل کی مالش کرنے سے درد ختم ہو جاتا ہے۔

☆ ذیابیطس کر مریضوں کے لئے ٹماٹر بہت اچھی غذا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹماٹر میں کاربوہائیڈریٹس بہت کم ہوتے ہیں۔

☆ ٹماٹر وٹامن اے کے حصول کا اچھا ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ آنکھوں سے متعلق بیماریاں جیسے شب کوری، کم روشنی میں نظر نہ آنا اور دور کی چیز صاف دکھائی نہ دینا وغیرہ جو وٹامن اے کی کمی کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ ٹماٹر ان تکلیفوں کا موثر تدراک کرتا ہے۔ ٹماٹر پودے سے تازہ توڑے ہوئے 100 گرام پتے لے کر نیم گرم پانی میں پندرہ بیس منٹ تک بھگوئے رکھیں۔ پھر اس پانی کو چھان کر پی لینے سے بصری اعصاب اور آنکھوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

☆ تازہ ٹماٹر کا جوس شہد اور چٹکی بھر چھوٹی الائچی کا سفوف ملا کر رات کو سونے سے پہلے اور لہسن کی تین تریاں چھیل کر کھانے کے بعد پی لینا۔ تب دق اور پھیپھڑوں کے علاوہ برانکائٹس کا بہترین علاج ہے۔ ٹماٹر کا جوس پینے سے قوت مدافعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے اگر تپ دق میں ادویات اثر نہ کر رہی ہوں تو انہیں موثر بناتا ہے۔ دمہ کی حالت میں سانس کی نالیوں میں بلغم اکٹھی ہو چکی ہو تو اسے تحلیل کر کے نکالنے کے ساتھ ساتھ مزید بلغم بننے نہیں دیتا ہے۔

☆ ہر روز صبح سویرے ایک ٹماٹر کھاتے رہنے سے مثانے میں پتھری نہیں بنتی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ روزانہ ٹماٹر کھانے سے جسم کو معقول مقدار میں ترشیاں وٹامن اے اور سی میسر ہوتی رہتی ہے۔

☆ تازہ ٹماٹروں کا جوس ایک گلاس میں چٹکی بھر نمک اور تھوڑی سی کالی مرچ ملا کر صبح سویرے خالی پیٹ پینے سے صبح کے وقت اضمحلال، صفرا، بدہضمی، یرقان اور انتریوں میں تبخیر کی کثرت کے علاوہ اسہال، قبض، غذائی نالیوں میں بدہضمی کی وجہ سے ہونے والی جلن کی تکلیفوں کا قلع قمع کرتا ہے۔

ٹماٹر کو خون کی تیزابیت اور اس سے تعلق رکھنے والی دیگر بیماریوں کے علاج میں مفید سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کا "معیار محبت"

تحریر: پرفیسر محمد اعجاز صدیقی صاحب

"محبت" ایک ایسا لفظ ہے جو معاشرے میں پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں ہر فرد اس کا متلاشی نظر آتا ہے۔ اگرچہ ہر تلاش کرنے والے کی سوچ اور محبت کے پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں۔ جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام محبت اور اخوت کا دین ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام لوگ محبت، پیار اور اخوت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں محبت کو غلط رنگ دے دیا گیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ محبت کے لفظ کو بدنام کر دیا گیا ہے۔ اس ساری صورتحال کا سبب قرآن وسنت سے دُوری ہے۔ اسلام نے محبت کی تمام راہیں متعین فرما دی ہیں جہاں محبت کے لفظ کو بدنام کر دیا گیا ہے وہیں ہمارے معاشرے میں محبت کی بہت ساری غلط صورتیں بھی پیدا ہو چکی ہیں۔ اس کی ایک مثال عالمی سطح پر ویلینٹائن ڈے کا منایا جانا ہے جو کہ ہر سال 14 فروری کو تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کے بارے میں یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ یہ تہوار منانا حرام ہے۔ اگر محبت کرنی ہے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اس بارے میں اسلام کا معیار محبت اور اس کی ترتیب کو جاننا بہت ہی ضروری ہے۔ قرآن وحدیث کے مطابق محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے بندوں کا اپنے ربّ سے محبت کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کی اللہ تعالیٰ کو ساتھ محبت پر کسی اور شخص یا کسی چیز کی محبت غالب نہیں آتی۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے "تین چیزیں جس شخص میں پائی جائیں وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اُسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو" (بخاری)۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ایک مسلمان کی کامیابی کا انحصار آپ ﷺ کی محبت کو قرار دیا گیا ہے۔ تمام کائنات سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کا ہونا لازم اور ضروری ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

،اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں" (بخاری)۔اسی طرح صحابہ اکرامؓ سے محبت بھی ایمان کا حصہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے صحابہ اکرام کے ایمان کو مسلمانوں کے لیے آئیڈیل قرار دیا ہے۔میاں بیوی کا آپس میں محبت کرنا شرعاً پسندیدہ اور مطلوب چیز ہے۔اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کی باہمی محبت کو قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے "اور یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں" (سورۃ روم 30:21)۔اسی طرح والدین اور اولاد کے درمیان محبت کا ہونا ایک فطری چیز ہے۔یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس محبت کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر غالب ہونے کی صورت میں سخت وعید فرمائی ہے۔اس لیے کہ محبت کا پہلا حق اللہ اور رسول اکرم ﷺ کا ہے۔گویا والدین اور اولاد کے درمیان محبت شرعی طور پر مطلوب ہے مگر اس وقت جب اسے ثانوی حیثیت دی جائے اور اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کو ترجیح حاصل ہو ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق امن وآمان، اخوت اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام لوگ پُرسکون زندگی گزاریں۔یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔گویا جس طرح سگے بھائیوں کے درمیان محبت ہوتی ہے اسی طرح تمام لوگوں سے محبت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔آقاءِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا" جب کوئی بندہ کسی دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے محبت رکھتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنے ربّ کی تکریم کرتا ہے" (مسند احمد)۔یہ محبت اسی صورت قابل تحسین ہے جب بغیر کسی لالچ اور طمع کے ہو۔عالمی سطح پر "یوم محبت" کے طور پر "ویلینٹائن ڈے" کے نام سے منایا جانے والا یہ تہوار ہر سال پاکستان میں دیمک کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔اس دن جو بھی جس کے ساتھ محبت کا دعوے دار ہے اسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتا ہے۔عقل مند اور باشعور

انسان اس تہوار کو منانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔کوئی بھی شخص کبھی یہ گوارہ نہیں کرے گا کہ کوئی راہ چلتا شخص اس کی بیٹی کو پھولوں کا گلدستہ پیش کرے۔اسی طرح کوئی باحیاء اور پاک دامن لڑکی کبھی یہ پسند نہیں کرے گی کہ اس کا کلاس فیلو، یونیورسٹی فیلو یا کوئی بھی راہ چلتا نوجوان اسے پھول پیش کرے اور محبت کی پینگیں بڑھائے۔جنرل مشرف کے دور حکومت سے پہلے پاکستان میں کوئی شخص ویلینٹائن ڈے کا نام تک نہیں جانتا تھا جنرل مشرف نے اپنے دور حکومت میں روشن خیالی کے نام سے ویلینٹائن ڈے کے نام سے پاکستان کی نوجوان نسل پر ایٹم بم کی طرح گرایا گیا۔باعث افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر چھایا ہوا ایک مخصوص گروہ "ویلینٹائن ڈے" کو یوم تجدید محبت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ماضی قریب تک ایسی "بے ہودہ محبت" کو باعث شرمندگی سمجھا جاتا تھا مگر اب اسے باعث افتخار سمجھا جانے لگا ہے۔ہمارا میڈیا اس مرض کو ایک مقدس شے کے طور پر پیش کرتا ہے۔پاکستان میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ویلینٹائن ڈے جیسے بے ہودہ تہوار کو رواج دیا جارہا ہے۔اسلام کے نام پر بننے والی اس مملکت خداداد میں لادینی اور جنسی بداعتدالیوں کو تیزی سے پروان چڑھایا جارہا ہے۔صاحب اقتدار طبقے کی اس پر خاموشی بھی قابل افسوس ہے۔حکومت وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کو اس بے ہودہ اور جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لیے موثر اقدامات کرے۔ ویلینٹائن ڈے کے موقع گلاب کے پھول اور کارڈز کی خرید وفروخت پر پابندی عائد کرے۔اس کے علاوہ ویلینٹائن ڈے کے حوالے سے ہر قسم کے اشتہارات اور پیغامات پر پابندی لگائی جائے۔موجودہ حکومت کو اس حوالے سے خاموش تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے۔پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے بھی گذارش ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں، نئی نسل کی جنسی آوارگی کی طرف رہنمائی کرنے کی بجائے ان کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔یاد رکھیں کہ ہمارے ہاں اس وقت محض ایک قلیل تعداد اس خطرناک بداخلاقی، برائی کا شکار ہوئی ہے۔ہماری آبادی کی اکثریت ابھی تک اس سے محفوظ ہے۔ابھی وقت ہے کہ ہم اس برائی کو روکیں ورنہ یہ برائی پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

ختمِ خواجگان نقشبند

ختم خواجگان ہر قسم کی حاجات، شفائے امراض اور مشکل کشائی کے لئے اپنے معمول میں رکھیں اور اگر مشکل حل نہ ہو تو چند ساتھی جمع ہو کر ایک ہی دن میں ختم خواجگان شریف (7) مرتبہ پڑھیں اور دعا کریں۔ ختم شریف حسب ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	100 مرتبہ
درُود شریف	100 مرتبہ
سورۃ الفاتحہ	100 مرتبہ
سُورۃ الم نشرح	100 مرتبہ
سورۃ اخلاص	1000 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا قَاضِىَ الْحَاجَات	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا كَافِىَ الْمُهِمَّاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا شَافِىَ الْاَمْرَاضِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنَا	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا مُنَزِّلَ الْبَرَكَاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ	100 مرتبہ
اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ	100 مرتبہ
درُود شریف	100 مرتبہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

سن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے
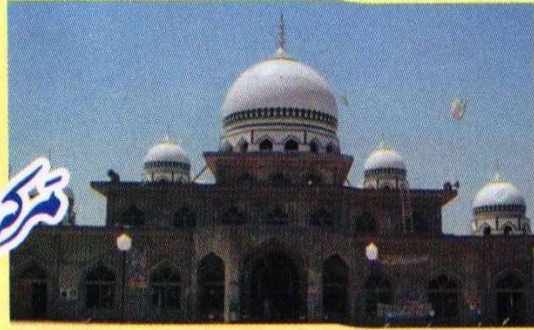
سدھار جھنگ روڈ فیصل آباد میں

اور

الداعی خدام محی الدین ٹرسٹ فیصل آباد

0345-7796179
0312-9658338

mahnamamohiuddinfaisalabad@gmail.com